اسلامی عقائد

شَہِدَاللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوالْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآاِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُO

(آل عمران: ۱۸)
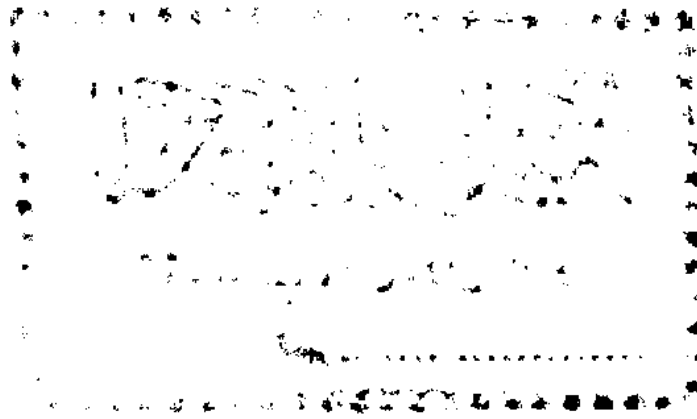
اسلامی عقائد

زبیدہ عزیز

نام کتاب .... اسلامی عقائد

تالیف .... زبیدہ عزیز

ناشر .... الھدیٰ انٹرنیشنل ویلفیئر فاؤنڈیشن، اسلام آباد

ISBN 969-8665-11-0

تعداد 2,000

ایڈیشن .... دوم

تاریخ اشاعت .... اکتوبر 2007ء بمطابق ۱۴۲۸ھ

قیمت ....
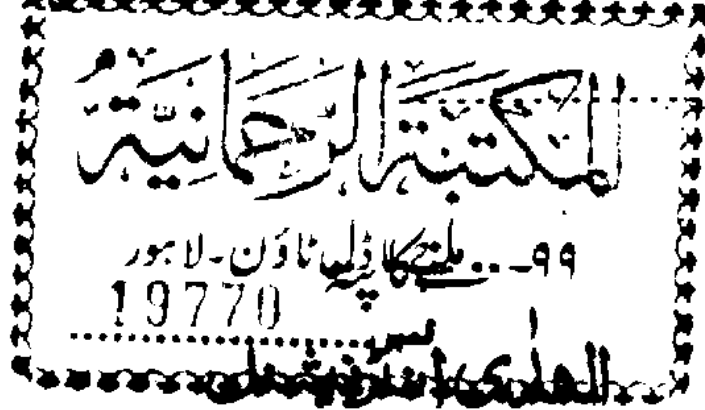
الھدیٰ انٹرنیشنل
58 ناظم الدین روڈ، ایف ایٹ فور، اسلام آباد۔ پاکستان
فون: +9251-2261759 فیکس: +9251-2264773
www. alhudapk.com
www.farhathashmi.com

فہرست عنوانات

ساتواں باب۔ ایمان بالملائکۃ 112

آٹھواں باب: ایمان بالرسل 129

ابتدائیہ

دین اسلام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیا ہوا خوب صورت طریقہ زندگی ہے جو عقائد واعمال پر مشتمل ہے جہاں عقائد دین میں بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں اعمال اس کا عملی مظہر ہیں۔

عقائد واعمال کے باہمی تعلق کی مثال درخت اوراس کی جڑ کی سی ہے اگر جڑ کھوکھلی ہو جائے تو درخت قائم نہیں رہ سکتا، اسی طرح عقیدہ میں کمزوری یا بگاڑ جہاں دین کی بنیادیں ہلا دیتا ہے وہاں اعمال بھی بے روح ہو کر رہ جاتے ہیں۔ عقیدہ کی خرابی سے تمام عبادات اور معاملات براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔

اسی طرح آخرت میں نجات کا دارومدار بھی عقیدہ ہی کی درستگی پر ہے۔ آخرت میں اعمال کے حساب کتاب کے وقت عبادات اور اخلاقیات وغیرہ کی کوتاہی سے درگزر ہو سکتا ہے لیکن وہاں بھی عقیدے کا فساد قابلِ معافی نہ ہوگا۔

عقیدہ ہی کی بنا پر ایک شخص مومن ومنافق، کافر ومشرک قرار پاتا ہے لہٰذا اصلاح عقائد ہر مسلمان فرد کی بنیادی ضرورت ہے کیونکہ اسی پر اس کے دین کی درستگی کا انحصار ہے۔

کتاب ''اسلامی عقائد'' کے لکھنے کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ عقائد کے متعلق تمام معلومات جامع، مختصر اور واضح انداز میں یکجا کر دی جائیں تاکہ ایک طالب علم اپنا محاسبہ کر سکے کہ مبادا وہ غفلت، لاعلمی اور بے خبری میں فسادِ عقیدہ کا شکار نہ ہو جائے۔

یہ کتاب ایک طالب علم کی ادنیٰ سی کوشش ہے جو مختلف اہلِ علم کی کتابوں سے استفادہ کے بعد الھدیٰ انٹرنیشنل کے ڈپلومہ کورس کے نصاب کے لئے تیار کی گئی ہے جس میں قرآن وسنت پر مبنی اسلامی عقائد پیش کئے گئے ہیں۔اس کام میں مزید بہتری کے لئے اہلِ علم کے مفید مشوروں کو خوشدلی سے قبول کیا جائے گا۔

اللہ رب العالمین کا شکر ہے کہ اس نے اس کام کی توفیق عطا فرمائی۔

اس کتاب کی تیاری میں شریک تمام افراد کے عمل کو اللہ تعالیٰ بہترین قبولیت بخشیں۔ خصوصاً محترم اساتذہ کرام ڈاکٹر ادریس زبیر صاحب اور ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ جن کی راہنمائی کتاب کی تیاری میں ہر موقع پر میسر رہی۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔ (آمین)

زبیدہ عزیز

20 جولائی 2004ء

۲ جمادی الثانی ۱۴۲۵

پہلا باب

عقیدہ اوراس کی تعریف

عقیدہ کیا ہے؟

عربی زبان میں یہ لفظ ''عقد'' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے گرہ باندھنا، کسی چیز کو قوت اور مضبوطی کے ساتھ باہم مربوط کرنا۔ عرب لوگ کسی بھی معاملے کو پختہ تر کرنے کیلئے ایک دوسرے کی طرف اپنی چادروں کے پلو پھینک دیا کرتے تھے جنہیں باہم مضبوطی سے باندھ دیا جاتا تھا۔ ایسا کرنے کو وہ ''عقد'' کہتے۔ اسی لئے مختلف معاہدات اور (Contracts) کو بھی ''عقود'' کہا جاتا ہے۔ ہار کو بھی عِقد کہتے ہیں کیونکہ اس کے موتی باہم مربوط اور ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ عقیدہ بھی دراصل ایک معاہدہ ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوا مگر اس کے مادہ (Root) سے نکلے ہوئے مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً

یاأیھا الذین آمنوا أوفوا بالعقود (المائدہ:۱)

ترجمہ: ''اے اہل ایمان' معاہدات کو پورا کرو۔''

ولا تعزموا عقدۃ النکاح (البقرہ:۲۳۵)

ترجمہ: ''اور نکاح کی گانٹھ کو پختہ مت باندھو۔''

واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی (طہ:۲۸)

ترجمہ: ''اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔''

ان آیات میں الفاظ ''عقود' عقدۃ وغیرہ باہمی ربط' توثیق اور گرہ باندھنے

کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

لغوی معنی: اہل لغت نے ''عقیدہ'' کی یہ تعریف کی ہے۔ **الحکم الذی لایقبل الشک فیہ لدی معتقدہ.** ایسا حکم جس میں اعتقاد رکھنے والے کو کوئی شک نہیں ہوتا۔

اصطلاحی معنی: اصطلاحاً اس سے مراد ہے۔ **مایقصد بہ اعتقاد دون العمل، کعقیدۃ وجود اللّٰہ تعالیٰ و بعثۃ الرسل** ۔ یعنی دل میں ایسی گرہ باندھنا جو عمل کے سوا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کے وجود اور رسولوں کی بعثت کے متعلق عقیدہ۔ (المعجم الوسیط۔ ج ۲)

عقیدہ کا مرکز: چونکہ عقیدہ کا مرکز دل ہوتا ہے۔ اور دل بھی مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ کوئی قلب آثم ہے۔ کسی کا قلب، قلب منیب ہے اور کسی کو اللہ نے قلب سلیم سے نوازا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ گرہ بھی دل کی حالت کے مطابق مضبوط اور کمزور ہو سکتی ہے، چنانچہ عقیدہ کا معنی یہ ہوگا کہ ایسا پختہ ایمان اور قطعی حکم جس کے یقینی ہونے میں اعتقاد رکھنے والے کو ذرہ برابر شک نہ ہو۔ خواہ یہ عقیدہ صحیح ہو یا فاسد۔

عقیدہ کی حقیقت: عقیدہ کی حقیقت یہ محسوس ہوتی ہے کہ تحت الشعور میں بعض بدیہیات (واضح حقائق) ایسی راسخ ہو جاتی ہیں جن کی کوئی دلیل طلب نہیں کی جاتی۔ یہی بدیہیات، خیالات کا مرکز بن جاتی ہیں۔ اور ذہن و شعور کو اتنا متاثر کرتی ہیں کہ انسان کے اعمال و حرکات اور فکر کو اپنی طرف موڑ لیتی ہیں۔ یہی خیالات انسان کو بناتے اور بگاڑتے ہیں اعمال و حرکات کا یہی محور عقیدہ کہلاتا ہے۔

اسلام میں عقیدہ کا مطلب

کتاب وسنت کے چند علمی مباحث میں سے عقیدہ بھی ایک علمی مبحث ہے جس کا جاننا اور اس پر ایمان رکھنا مسلمان کیلئے از حد ضروری ہے۔عقائد کے تمام ذیلی مباحث ایسے غیبی امور ہیں جو محض اپنی عقل سے نہیں جانے جا سکتے بلکہ انہیں صرف وحی کے ذریعے ہی جانا جا سکتا ہے۔قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی رو سے:

(1) اللہ رب ذوالجلال، (2) اس کے فرشتوں' (3) اس کی نازل کردہ کتابوں' (4) رسولوں (5) آخرت کے دن' اس کی قضاء وقدر پر مکمل اور غیر متزلزل ایمان لانا اسلامی عقیدہ کہلاتا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ سے ان عقائد کے واضح دلائل ملتے ہیں:

☆ سورۂ بقرہ کی آیت 80 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آمن الرسول بما أنزل إليه من ربه والمومنون كل آمن بالله وملا ئكته وكتبه ورسله .

ترجمہ: رسول ایمان لائے اس پر جو اتارا گیا ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اور اہل ایمان بھی سب کے سب ایمان لے آئے ہیں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

☆ سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:

يا أيها الذين آمنوا آمِنوا بالله ورسوله والكتاب الذى نزل على رسوله والكتاب الذى أنزل من قبل، ومن يكفر بالله وملا ئكته وكتبه و رسله واليوم الآخر فقد ضل ضلالاً بعيدا . (آیت: ١٣٦)

ترجمہ: اے اہل ایمان' ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر بھی جو پہلے نازل کی گئی ہے۔ جو بھی انکار کرے گا اللہ کا، اور اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا، اور آخرت کے دن کا تو وہ یقیناً بہت ہی دور کی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

اسی طرح سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لیس البر أن تو لوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن باللّٰه واليوم الاخر والملئكته والكتب والنبين... (آیت:۱۷۷)

ترجمہ: نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی یہ ہے جو ایمان لائے اللہ پر اور یوم آخرت پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر......

یہ سب ایسے ارکان ہیں جن کی تفہیم کے لئے اللہ عزوجل نے رسول مبعوث فرمائے اور کتب نازل کیں۔ مشہور حدیث جبرائیلؑ میں جب ایمان کے بارے میں آپؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے بھی جواب میں یہی چھ ارکان ارشاد فرمائے: کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتب اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ۔ روز قیامت پر اور تقدیر کے خیر و شر ہونے پر بھی ایمان لاؤ۔

اسلامی عقیدہ کی بنیاد:

اسلامی عقیدہ کا اہم منبع (Source) وحی ہے اور یہی اس کا واحد ذریعہ ہے۔

(1) قرآن اور (2) احادیث صحیحہ کی نصوص پر مبنی دلائل ایسا قطعی علم فراہم کرتے ہیں جن میں کسی تاویل اور احتمال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہی دونوں مآخذ عقیدہ کی بنیاد ہیں۔

یاد رکھیئے! شکوک وشبہات، بزرگوں اور آباؤ اجداد کے اقوال، کسی کا اجتہاد، رائے (نظریہ) عقل اسلامی عقیدہ کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔

امام مظفر السمعانی ؒ فرماتے ہیں:

یہ اچھی طرح سمجھ لو! کہ ہمارے اور مبتدعہ کے درمیان جو چیز فرق کرنے والی ہے وہ عقل کا مسئلہ ہے انہوں نے اپنے عقیدہ وایمان کی بنیاد عقل پر رکھی اور دین کی یا سنت کی ہر پیروی کو عقل کے تابع کر دیا۔ رہے مسلمان! تو انہوں نے اپنی عقل اور پیروی کو دین کے تابع کر دیا۔

بھلے لوگو! اگر دین کی بنیاد عقل پر ہوتی تو انسان وحی اور انبیاء کے محتاج نہ ہوتے۔ اہل ایمان پر بھی اللہ یہ فرض کر دیتا کہ کسی بات کو عقل کے بغیر قبول نہ کریں۔

اگر ہم تھوڑا سا غور کریں تو دینی معاملات میں جہاں اللہ کی صفات کا ذکر آتا ہے اور جس طرح مسلمان ان پر اعتقاد رکھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ سے لے کر سلف تک عذاب قبر، منکر نکیر کے سوالات وغیرہ ایسی چیزیں منقول ہیں جن کا عقلی طور پر ہم ادراک نہیں کر سکتے۔ ان کی تصدیق کرنا، ان پر ایمان لانا ضروری ہے خواہ ہماری عقل قبول کرتی ہو یا نہ کرتی ہو۔

عقیدہ کی اقسام:

عقیدہ کی دو قسمیں ہیں۔

(1) عقیدہ صحیحہ (2) عقیدہ فاسدہ

عقیدہ صحیحہ: ربانی تعلیمات پر مبنی عقائد جنہیں انبیاء کرام لے کر آئے اور لوگوں کو

اس کی تعلیم دی، عقیدہ صحیحہ کہلاتی ہیں۔ یہ تعلیم ہمیشہ ایک ہی بنیاد پر استوار رہی خواہ حالات وزمانہ میں کتنا ہی تغیر وتبدل ہوا ہو کیونکہ یہ تعلیم رب ذوالجلال نے خود ہی نازل فرمائی تھی۔

عقیدہ فاسدہ: ہر وہ عقیدہ جو عقیدہ صحیحہ سے ٹکراتا ہو خواہ یہ عقیدہ اہل کتاب کا ہو یا مختلف فرقوں یا متعدد مختلف جماعتوں کا ہو، عقیدہ فاسدہ کہلاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ صرف انسانی سوچ ہے جس کے درج ذیل اسباب ہوتے ہیں۔

1- فطرت سے انحراف۔ جیسے کمیونسٹ لوگوں کا حال ہے۔

2- خالق کائنات کے منہج کی مخالفت پر مبنی سوچ۔ جیسے بت پرست لوگوں کے نظریات ہیں۔

3- عقیدہ صحیحہ سے انحراف۔ جیسے یہود ونصاریٰ کے ہاں تحریف اور تغیر وغیرہ ہوا ہے۔

عقائد کے اصول:

کیا عقیدہ کا ہونا ضروری ہے؟ کیا عقیدہ کے بغیر انسان جی نہیں سکتے؟

ان سوالات کو سمجھنے کیلئے چند بنیادی اصولوں / قاعدوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ یہ اصول وقواعد ہمارے ماحول یا عملی نتائج سے ماخوذ ہیں، جن کا عقل بھی انکار نہیں کرتی۔

پہلا قاعدہ:

''جن اشیاء کو ہم اپنے حواس کے ذریعے محسوس کرتے ہیں ان کے موجود

ہونے کے بارے میں ہمیں شک نہیں ہوتا۔"

یہ ایک ایسا واضح کلیہ ہے جسے عقل تسلیم کرتی ہے۔ مگر دیکھا یہ بھی گیا ہے کہ بعض مشاہدات اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ مثلاً دوپہر کو صحرا میں سفر کرتے وقت یا موٹروے یا ہائی وے پر گاڑی دوڑاتے وقت انسان کو اپنے سامنے پانی کا تالاب نظر آتا ہے لیکن قریب پہنچ کر وہ ریت اور سڑک کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ اس لئے کہ اس نے جو کچھ دیکھا وہ سراب تھا۔ اسی طرح پانی کے بھرے گلاس میں اگر لمبی پنسل سیدھی کھڑی کر دی جائے تو دیکھنے والے کو وہ ٹیڑھی نظر آتی ہے۔ حالانکہ وہ سیدھی ہے۔

لیکن کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم اپنے محسوسات کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جائیں اور نتیجتاً حواس پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں؟ ظاہر ہے ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے یہاں ہمیں ایک اور شرط کا اضافہ کرنا پڑے گا کہ جس چیز کو ہم محسوس کرتے ہیں اس کے موجود اور درست ہونے کا یقین حاصل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عقل اپنے سابق تجربہ کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرے کہ یہ مشاہدہ وہم ہے، یا حواس کا دھوکہ اور مغالطہ ہے۔

عقل صرف ایک مرتبہ دھوکہ کھا سکتی ہے۔ یعنی وہ پہلی دفعہ سراب کو دیکھ کر پانی خیال کرے گی لیکن اگر دوبارہ یہی کیفیت ہوگی تو وہ جان لے گی کہ یہ سراب ہے۔ وہ امور جن کے بارے میں حواس مغالطہ کھاتے ہیں بہت تھوڑے ہیں۔ ان کی وجہ سے یہ قاعدہ کہ جو کچھ ہم حواس کے ذریعے محسوس کرتے ہیں ان کے موجود ہونے میں واقعتاً شک نہیں ہوتا، درست ہے۔ فرعون کے جادوگروں کا مظاہرہ یا آج کل سرکس میں شعبدہ باز یا بازی گر جو کچھ دکھاتے ہیں وہ سب اسی ضمن میں آتا ہے۔

دوسرا قاعدہ:

''سچے شخص کی دی ہوئی اطلاع سے اسی طرح یقین حاصل ہوتا ہے جس طرح مشاہدہ کرنے سے یا محسوس کرنے سے۔''

دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جنہیں نہ ہم نے دیکھا اور نہ محسوس کیا لیکن ان کے ہونے کا ہم اس طرح یقین کرتے ہیں کہ جس طرح ہم دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً سکندر اعظم نے ایران فتح کیا تھا یا ولید بن عبدالملک نے جامع اموی تعمیر کرائی تھی۔ دونوں ایسی باتیں ہیں جن کا ہمیں یقین ہے جبکہ نہ ہم سکندر کے ہمراہ جنگوں میں شریک ہوئے تھے اور نہ ہم نے جامع اموی تعمیر ہوتے دیکھی تھی۔ ہم ان سب باتوں کا اس لئے یقین کرتے ہیں کہ انہیں بیان کرنے والے اتنے لوگ ہیں اور انہوں نے یہ باتیں اتنے کثیر لوگوں سے سنی ہوتی ہیں کہ عقل عادتاً اس بات کا تصور بھی نہیں کرسکتی کہ ان سب لوگوں نے یہ باتیں خود گھڑی ہوں گی۔ یا یہ کہ سب کے سب غلط بیانی پر متفق ہوں گے۔ چنانچہ دوسرا قاعدہ یہ ہوا کہ

''یقین جس طرح محسوس کرنے اور مشاہدہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح اس شخص کی اطلاع سے بھی حاصل ہوتا ہے جس کے سچا ہونے کا ہمیں یقین ہو۔'' یہی یقین ۔۔۔ عقیدہ کہلاتا ہے۔

تیسرا قاعدہ:

''انسان کے حواس بعض چیزوں کا ادراک نہیں کرسکتے اس لئے یہ درست نہ ہوگا کہ ان کی موجودگی ہی کا انکار کر دیا جائے۔''

انسانی حواس کی رسائی کہاں تک ہے؟ کیا ہم اپنے حواس کے ذریعے سے ہر موجود چیز کا ادراک کر سکتے ہیں؟ کائنات کی موجود چیزوں کے ساتھ انسان کے نفس اور انسانی حواس کے رابطے کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ جیسے:

کسی قیدی کو ایک قلعہ کے برج میں قید کر کے ہر طرف سے دروازے' کھڑکیاں اور روشن دان بند کر دیئے جائیں۔ صرف برج کی مختلف سمتوں میں ایک ایک درز باقی رہنے دی جائے مثلاً مشرق والی درز سے وہ صرف اس نہر کو دیکھ سکے جو اس کی طرف بہہ رہی ہے اسی طرح مغربی درز سے صرف پہاڑ دیکھ سکتا ہو۔ شمالی درز سے صرف محل نظر آتا ہو اور جنوبی درز سے صرف کھیل کا میدان۔ اس مثال کی تطبیق (application) اس طرح ہو گی کہ نفس انسانی ایک قیدی ہے۔ یہ جسم ایک قلعہ ہے جس میں اسے قید کر دیا گیا۔ اور درزیں ہمارے حواس ہیں جن کے ذریعے ہم چیزوں کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ دیکھنے کی حس سے صرف رنگوں کی دنیا میں جھانکا جا سکتا ہے سننے کی حس سے صرف آوازوں کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح چکھنے، سونگنے اور چھونے کی حسوں کا اپنا اپنا دائرۂ محسوسات ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ کیا ہمارے حواس نے اس کائنات کی تمام چیزوں کا ادراک کر لیا ہے۔ نہیں اس لئے کہ جس طرح قیدی درزوں میں سے مخصوص حصے ہی کو دیکھ سکتا تھا۔ اسی طرح انسانی حواس بھی تمام جزئیات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ وہ بھی محدود چیزوں ہی کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

مثلاً تین میل کے فاصلہ پر ایک چیونٹی چل رہی ہے مگر ہم اسے دیکھ نہیں سکتے۔ صاف پانی سے بھرے ہوئے گلاس میں لاکھوں جراثیم موجود ہیں لیکن ہمیں

نظر نہیں آتے۔ چیونٹی کی آواز ہوتی ہے لیکن ہم سن نہیں سکتے۔ اس لئے کہ انسانی کان صرف پانچ ہزار سے بیس ہزار لہروں تک کے ارتعاشات یا فریکوئنسی کو محسوس کرتے ہیں۔ پانچ ہزار سے کم لہروں کی سرسراہٹ ناقابل سماعت ہے اور بیس ہزار لہروں سے زیادہ کا جھٹکا کانوں کے پردے پھاڑ دیتا ہے۔ گویا اس کائنات میں بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو ہمارے حواس کی پہنچ سے باہر ہیں۔ نہ تو وہ رنگ ہیں کہ دیکھے جاسکیں نہ آوازیں ہیں جنہیں سنا جاسکے۔ نہ ٹھوس اجسام ہیں کہ چھوکر معلوم کر لیا جائے۔ نہ بو ہیں کہ سونگھ کر جان لیا جائے۔ اور نہ کھانے کی چیزیں ہیں کہ قوت ذائقہ ان کا ادراک کر سکے۔ تو کیا ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم ان کے وجود ہی کا انکار کر دیں کیونکہ ہمارے محدود حواس ان کا ادراک نہیں کر سکتے' پھر ہمارے حواس کی جو تعداد مقرر ہے وہ بھی ضروری نہیں کہ مکمل ہو۔ پہلے دور کے لوگ صرف پانچ حواس سے واقف تھے لیکن اب ہم آنکھیں بند کر کے چھوئے یا دیکھے بغیر اپنی مٹھی بند کرتے اور کھولتے ہیں اور ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مٹھی بند ہے یا کھلی ہے۔ اس حس کا نام حس عضلی یا پٹھوں کی حس ہے۔ اس طرح ہم تھکن، کمزوری، متلی، فرحت اور تکدر کو حس داخلی کے ذریعے محسوس کرتے ہیں۔ تو تیسرا قاعدہ یہ ہوا کہ ''محض اس بناء پر کہ ہم اپنے موجودہ حواس کے ذریعے بعض چیزوں کا ادراک نہیں کر سکتے تو ہمیں یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ ہم ان چیزوں کے وجود ہی کا انکار کر دیں۔

چوتھا قاعدہ:

''انسانی تصور یا تخیل اپنے حواس کے دائرہ کار سے باہر کی چیزوں کی گرد بھی نہیں پا سکتا۔''

انسانی حواس کی رسائی محدود ہے مگر حواس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک اور قوت عطا فرمائی ہے جس کے ذریعے حواس کی نارسائی کا مداوا کیا جا سکتا ہے اور وہ ہے قوت خیال۔ مثلاً یہاں بیٹھ کر ہم اپنے گھر کو تو نہیں دیکھ سکتے مگر اس کا تصور اس طرح کر سکتے ہیں گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں، لیکن یہ قوت خیال بھی محدود ہے اور صرف اسی چیز کا تصور کر سکتی ہے جو اس نے حواس کے ذریعے پہلے محسوس کر لی ہو۔ علمائے نفسیات کے مطابق خیال کی دو قسمیں ہیں۔

خیال مرجع: لوٹ کر آنے والا خیال جیسے گھر سے دور بیٹھ کر اپنے گھر کا تصور کرنا۔

خیال مبدع: اچھوتا خیال جیسے ادیبوں، شاعروں، افسانہ نگاروں اور مصوروں کا تخیل۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا خیال مبدع واقعی ایسا خیال ہوتا ہے جس کا وجود خارجی دنیا میں نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی سنگ تراش نے وینس کا مجسمہ بنایا۔ کیا واقعی اس نے بالکل نئی چیز بنائی؟ یا دنیا میں موجود حسین ترین ناک، منہ اور جسم اس نے دیکھے تھے انہیں جوڑ کر اس شاہکار میں یکجا کر دیا؟

اب غور کریں کہ اپنے تصور اور تخیل کی محدود رسائی کی صورت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم آخرت یا عالم آخرت کی چیزوں کا تصور کر سکیں جبکہ وہ جہان ہمارے اس جہان سے یکسر مختلف ہے۔ عالم آخرت کے مقابلہ میں ہماری اس دنیا کی وہی حیثیت ہے جو ہماری اس وسیع و عریض دنیا کے مقابلے میں ماں کے پیٹ میں پلنے والے بچے کی دنیا کی جو انتہائی مختصر اور محدود ہے۔ چوتھا قاعدہ یہ ہوا کہ انسانی تصور و تخیل کسی ایسی چیز کی گرد کو نہیں پا سکتا جو اس کے حواس کے دائرہ ادراک سے باہر ہو۔

پانچواں قاعدہ :

"عقل صرف ان چیزوں کے بارے میں صحیح فیصلہ کرسکتی ہے جو زمان ومکان کی حدود کے اندر ہوں اور جو اس دائرہ سے باہر ہوں ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی۔"

انسانی عقل ایک بار دھوکہ کھانے کے بعد جان لیتی ہے کہ جب صحرا میں پانی دکھائی دیتا ہے تو وہ سراب ہے۔ اسی طرح پانی کے گلاس میں پڑی ہوئی پنسل سیدھی ہے جو بظاہر ٹیڑھی نظر آتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا عقل ہر بات کے بارے میں درست فیصلہ دے سکتی ہے؟ کیا اس کی رسائی کی کوئی انتہا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عقل کسی بھی چیز کا ادراک اس وقت کرتی ہے جب وہ اس کے دائرہ زمان ومکان کے اندر ہو۔ اگر وہ چیز اس دائرہ سے باہر ہے تو پھر عقل اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

مثلاً اگر جغرافیہ کا استاد یہ کہے کہ ایک ملک ہے جو نہ تو میدان میں ہے نہ کوہستان میں، نہ خشکی میں نہ تری میں، نہ زمین پر نہ آسمان پر، بلکہ جگہوں میں سے کسی جگہ نہیں ہے لیکن ہے ضرور۔ تو اس بات کو نہ ہم سمجھیں گے اور نہ کہنے والے کو سچا سمجھیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عقل صرف ان چیزوں کے بارے میں فیصلہ کرسکتی ہے جو زمان ومکان کی حدود کے اندر ہوں اور جو باتیں یا چیزیں ان حدود سے باہر ہوں۔ مثلاً روح کے مسائل، تقدیر کے معاملات، اللہ کی نعمتیں، صفات باری تعالیٰ وغیرہ عقل ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں دے سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان مسائل کی جستجو سے روکا گیا کیونکہ انسان محدود حواسات کے ساتھ ان کی حقیقت نہیں جان سکتا۔

چھٹا قاعدہ:

''ایمان انسان کی فطری جبلت ہے۔''

تمام انسان خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، عبادت گزار ہوں یا فاسق و فاجر، اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد اس سے چھٹکارا پانے کی کوئی تدبیر نہ پائیں تو ایسی صورت میں مصیبت زدہ شخص کسی ایسی قوت کی مدد چاہتا ہے جو کائنات سے ماوراء ہو جسے وہ دیکھ نہ سکتا ہو۔ لیکن اس کی روح، اس کا دل' اس کے جسم کا ہر ریشہ اس کے موجود ہونے کی گواہی دیتا ہو۔

ایک پیراٹروپر لکھتا ہے کہ ''جب میں پہلی دفعہ پیراشوٹ کے ذریعے کودا اور چھتری کھلنے سے پہلے خود کو فضا میں گرتا ہوا دیکھا تو بے ساختہ زبان پر یا اللہ اور یا رب کے الفاظ جاری تھے۔'' وہ حیران تھا کہ یہ ایمان کہاں سے آ گیا۔ حالانکہ یہ حیران ہونے کی بات نہیں تھی کیونکہ باری تعالیٰ کے وجود پر ایمان ایک ایسی کیفیت ہے جو فطری جبلت کی طرح نفس انسانی میں موجود ہے۔ جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا:

فطرة اللّٰه التی فطر الناس علیها

ترجمہ: اللہ کی فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے

گویا انسان کی تعریف حیوان متدیّن (دین دار حیوان) کی بھی ہے۔

یہی کیفیت امتحان کے دنوں میں اکثر طالب علموں اور درد و مرض کی شدت میں بے بسی کے وقت مریضوں پر طاری ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں سب اپنے رب کی طرف

رجوع کرتے اور اس کی عبادت کرنے لگتے ہیں۔انسان کی اس فطرت کو دوسرے جذبے مثلاً شہوت، لالچ، مرغوب چیزوں کی طرف میلان اور مادی زندگی کے حیوانی تقاضے، اپنے پردے میں چھپا لیتے ہیں۔لیکن جب کوئی مصیبت، خطرہ یا حادثہ آتا ہے تو یہ پردہ اٹھ جاتا ہے اور جبلت پوری طرح ابھر کر غالب آ جاتی ہے۔تب انسان خواہشات اور بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ (الہ حقیقی) کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مثلاً فرعون نے ساری زندگی کبر و جبر میں گزاری اور دعویٰ کیا۔

أنا ربکم الأعلی (النازعات:٢٤)

ترجمہ: میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

لیکن جب ڈوبنے لگا تو پکار اٹھا۔

آمنت أنه لا إله إلا الذی آمنت به بنو إسرائیل و أنا من المسلمین (یونس:٩٠)

ترجمہ: میں ایمان لایا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

محترمہ رابعہ بصری سے کسی نے بیان کیا کہ فلاں عالم نے وجود باری تعالیٰ ثابت کرنے کے لئے ایک ہزار دلیلیں دی ہیں۔آپ نے سن کر فرمایا صرف ایک دلیل کافی ہے۔دریافت کیا وہ کیا' فرمایا اگر تم صحرا میں چلے جا رہے ہو اور پاؤں پھسلنے کی وجہ سے کنوئیں میں گر جاؤ اور باہر نہ نکل سکو تو کیا کرو گے اس نے کہا اپنے اللہ کو پکاروں گا۔آپ نے فرمایا بس یہی دلیل ہے۔